

علم اور اہل علم کی ضرورت و اہمیت!

مولانا محمد سعد کاندھلوی

میرے محترم دوستو، عزیزو! زندگی کے ہر شعبے کو حکم پر لاؤ، حکم پر اُس وقت آسکو گے جب ہر شعبہ کا علم حاصل کرو گے، جتنی جہالت ہوگی اتنا ہر شعبہ غیروں کے طریقوں پر جاوے گا۔

پاکستان علماء اور مدارس کا چمن

اللہ نے تمہیں علم اور علماء کا ملک عطا فرمایا ہے، کیسا مدارس کا چمن یہ ملک ہے، اس پر جتنا شکر کرو کم ہے، کس طرح اللہ نے بڑے بڑے علماء کرام اور مفتیانِ عظام تمہیں دیئے ہیں، خدا نہ کرے، خدا نہ کرے! اگر ان سے استفادہ کا عزم نہ کیا اور ان سے تعلق قائم نہ کیا تو یہ بہت بڑی ناشکری ہوگی اور بہت بڑی نعمت کو ٹھکراؤ گے، کیونکہ دُنیا میں ایسے ایسے ممالک بھی ہیں، جہاں پورے ملک میں کوئی کلمہ سکھانے والا اور کوئی مسائل بتانے والا نہیں ہے، اللہ نے تمہیں علماء اور مدارس کا ملک عطا فرمایا ہے۔

علم اور علماء سے نفرت کرنا کفر ہے

اس لیے بار بار عرض کرتا رہتا ہوں کہ علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو، علماء کی صحبت کو اپنی اولین ضرورت سمجھو، علماء سے محبت کرنا علم سے محبت کرنا ہے، اور علماء سے نفرت کرنا علم سے نفرت کرنا ہے اور علم سے نفرت کرنا اور نماز سے نفرت کرنا برابر ہے اور نماز سے نفرت کرنا کفر ہے، کفر ہے، کفر ہے۔

علم کی فرضیت

خدا کی قسم! علم اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز فرض ہے۔ ہر مؤمن مرد و عورت کے ذمہ علم کا حاصل کرنا اسی طرح فرض عین ہے جس طرح نماز کا پڑھنا فرض عین ہے۔ مدارس کی طرف رخ کرو اور اپنے بچوں کو دینی مدارس میں داخل کرو۔

ہر وہ عمل اللہ کے یہاں قبول ہوگا جو علم کے مطابق ہو۔ اتنا ایمان کا سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرض عین ہے کہ جو اس کو اللہ کی پہچان کرائے۔ اسی طرح اتنا علم سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرض عین ہے جو اس کو

حرام حلال کی تمیز کرادے۔ ہاں! محدث بننا، فقیہ بننا، مفسر بننا یہ فرض کفایہ ہے، یہ ہر ایک کے ذمہ فرض نہیں ہے۔ علماء کی مجالس اور علماء کی صحبت سے فائدہ اٹھاؤ، قدم قدم پر علماء سے پوچھ کر چلو۔ لیکن اس خیال میں رہنا کہ میں تو بظاہر جو کر رہا ہوں ٹھیک ہی کر رہا ہوں (یہ غلط فہمی ہے) یاد رکھو کہ اللہ کے یہاں کوئی عمل جہالت کے ساتھ قبول نہیں ہوگا، اور نہ جاننا اللہ کے یہاں عذر نہیں ہے کہ اللہ! مجھے تو معلوم نہیں تھا، جہالت عذر نہیں ہے، چونکہ اللہ نے سکھانے کے لیے رسول کو بھیج دیا: ”أَوَلَمْ نَعْمَرْكُمْ مَّا يَنْذَكُرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ“ (الفاطر: ۳۷)..... ”کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔“ یہاں تک کہ میرے دوستو! کوئی عمل اخلاص کے ساتھ بھی علم کے بغیر قبول نہیں ہوگا۔ ایک آدمی بڑا مخلص ہے، لیکن جہالت کے ساتھ عمل کر رہا ہے تو اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوگا۔

ہر نئی معلومات علم نہیں ہے

سب سے پہلے یہ سمجھو اور اُمت کو سمجھاؤ کہ علم کیا ہے؟ اہل باطل نے دھوکہ دہی سے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ ”اگر تم نے صرف قرآن اور حدیث کو علم سمجھا تو تم بہت پیچھے رہ جاؤ گے، تمہیں دنیا میں کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ دیکھو! صرف قرآن و حدیث علم نہیں ہے بلکہ سائنس بھی علم ہے، ڈاکٹری بھی علم ہے، انجینئرنگ، تجارت، دنیا کی خاک چھاننا اور اسباب کی تحقیق کرنا یہ بھی علم ہے، تم صرف قرآن و حدیث ہی کو علم نہ سمجھنا، یہ میں وہ بات کہہ رہا ہوں جو غیروں نے ہمیں سکھائی ہے۔ میرے دوستو! عزیزو! آج اس بات کا سمجھنا بڑا جہاد ہے، بڑا جہاد ہے، بڑا جہاد ہے۔ ورنہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس زمانے میں نوجوانوں کے دماغوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ صرف قرآن و حدیث علم نہیں، بلکہ دنیوی فنون اور اس کی معلومات کا حاصل کرنا یہ بھی علم کا حصہ ہے، لہذا جس علم سے ہمارا معاش متعلق ہے اس علم کو اہم درجہ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اولادیں سترہ اٹھارہ بیس پچیس سال تک پہنچ جاتی ہیں انہیں کچھ خبر نہیں کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور کون سا علم ہم پر فرض ہے، چونکہ انہیں یہ سمجھا دیا گیا کہ علم معاش کے حصول سے تمہاری زندگی متعلق ہے، اس لیے وہی علم ہے اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ معاش سے متعلق جو نام نہاد علم مجھ پر فرض کیا جا رہا ہے، یہ ایسا اندھا کنواں ہے کہ جس میں سمجھ دار بھی ڈوب رہے ہیں اور نا سمجھ بھی، یہاں تک کہ موت آجاتی ہے اور بے دینی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، ہائے افسوس!!!!

میرے دوستو! عزیزو! باطل نے اپنے فنون کو علم قرار دے کر اُمت مسلمہ کو علم سے کاٹ دیا ہے اور یہ باور کرادیا کہ جو چاہو سیکھو سب علم ہے، نہیں میرے دوستو! ہرگز نہیں، علم صرف وہ ہے جو اللہ ہم سے چاہتے ہیں اور محمد ﷺ کے طریقے سے چاہتے ہیں، صرف وہ علم ہے، سارا علم قبر کے تین سوالات پر محدود ہے: ”مَنْ رَبِّكَ، مَنْ نَبِيِّكَ، مَا دِينُكَ“ گویا کہ علم نام ہے: ”رَبُّ بَيْتِكَ، شَرِيعَتُكَ، مَا دِينُكَ“

اگر روزی عقل سے حاصل کی جاتی تو دنیا کے تمام بے وقوف بھوکے مر جاتے۔ (حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ)

سنت کا علم، جو کچھ اس کے سوا ہے وہ علم نہیں ہے اور اس پر علم کی حدیثوں کو فٹ کرنا بڑی حماقت ہے۔

دنیوی فنون کی رغبت کے لیے احادیث کو فٹ کرنا گمراہی ہے
یہ تو گمراہی ہے کہ دنیوی فنون کے لیے علم کی احادیث کو استعمال کر کے دنیوی فنون کی رغبت پیدا کی جائے، میرے دوستو! عزیزو! یہ بڑی گمراہی ہے۔

موجودہ زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ

یہ کہنا ہے کہ ”جدید آلات و اسباب نے علماء سے مستغنی کر دیا“ اس لیے میں بار بار کہتا رہتا ہوں کہ علم علماء کی صحبت سے حاصل کرو، آج لوگ کہتے ہیں کہ آلات و اسباب نے علماء سے مستغنی کر دیا کہ ہم تو علم خود ہی حاصل کر لیں گے کہ اب تو سارا علم آلات پر آ گیا ہے، کیا ضرورت ہے علماء کی؟ یہ اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ہے کہ اُمت کو اپنی دینی رہبری کے لیے علماء کی ضرورت نہ رہے، اس لیے میں اہتمام سے کہہ رہا ہوں کہ علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو اور اپنی اولادوں کو دینی مدارس میں داخل کرو، ورنہ میرے دوستو! عزیزو! اُمت اس دھوکہ میں پڑ چکی ہے کہ بھئی سب کچھ علم ہے، جو چاہو سیکھو۔ نہیں میرے دوستو! ہرگز نہیں، علم صرف وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر اللہ ہم سے چاہتے ہیں، صرف اس کو علم کہتے ہیں۔ غیروں کے تجربات کو علم سمجھنا سب سے بڑی جہالت ہے۔

نئی پود کی جہالت کی وجہ

میرے دوستو! عزیزو! اس بات کو تسلی، سنجیدگی اور بہت ہی ٹھنڈے دماغ سے سمجھنا ہوگا، میں نئی پود کی جہالت کی وجہ بتا رہا ہوں کہ اگر ان کو یہ سمجھا دیا جاتا کہ یہ (قرآن و سنت) علم ہے، وہ (عصری ذرائع) فن ہے، تب بھی معاملہ آسان تھا کہ یہ دونوں چیزوں کو حاصل کر لیتے، دنیوی فنون کو اپنی دنیوی ضرورت کے لیے اور علم الہی کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے، لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کو سمجھایا گیا ہے کہ علم یہ نہیں، علم یہ ہے، اور یہاں تک سمجھا دیا گیا کہ جو علم الہی ہے وہ علماء سے متعلق چیز ہے، وہ علماء سمجھتے ہیں سمجھاتے ہیں، ہم سے متعلق جو علم ہے یہ تو دنیا کا علم ہے۔

اپنی جہالت کا احساس کب ہوگا؟

جب تک علم اور فن کے درمیان فرق نہیں کیا جاوے گا اُس وقت تک اپنی جہالت کا احساس نہیں ہوگا اور علم الہی کے حاصل کرنے کی فکر اور رغبت نہیں پیدا ہوگی، یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ علم صرف وہ ہے جو ہم سے ہمارا رب چاہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ علم میں لگنا اس بات کی توفیق میں لگنے کو کہتے ہیں کہ ہم سے ہمارا رب کیا چاہتا ہے؟ مخلوق ہم سے کیا چاہتی ہے؟

سند وہ پیدا کر کے تیری آنکھ سے پانی نکلے، اللہ تعالیٰ چشم گریاں رکھنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ (حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ)
اس میں لگنے کو تو کہیں بھی علم نہیں کہا گیا۔

دنیوی فنون کو علم صرف قارون نے سمجھا ہے

میری بات ذرا غور سے سننا! اگر دنیوی فنون کو علم سمجھا ہے تو وہ صرف قارون نے سمجھا تھا، اسی قارونیت پر ہم سب چل رہے ہیں، کیونکہ جب اس سے یہ کہا گیا کہ یہ اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس میں دارِ آخرت کی جستجو کرتا رہ اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش مت کر اور اس میں اللہ کے حکم کے مطابق چل ”وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا“ تو اُس نے کہا کہ یہ سب کچھ مجھے میرے علم کی وجہ سے دیا گیا ہے: ”قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي“ جس علم کو قارون علم کہہ رہا ہو، اس کو ہم بھی علم کہیں؟ یہ ہماری جہالت نہیں ہوگی تو پھر کیا ہوگا؟ قارون کا یہ کہنا کہ ”إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي“ یہ بتلا رہا ہے کہ یہ قارون کا علم ہے، کسی نبی کا علم نہیں کہ جو کچھ مال میرے پاس ہے یہ میں نے اپنے فن اور علم سے کمایا ہے، یہ اللہ نے نہیں دیا ہے، ہمیں علم اور فن میں فرق کرنا ہوگا، تاکہ ہمارے دلوں میں اس علم کی اہمیت پیدا ہو جس کو اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے جس کو علم شریعت کہتے ہیں۔

ہم دنیوی فنون کی تحصیل سے نہیں روکتے

دیکھو! ہم دنیوی فنون سیکھنے سے نہیں روکتے، بالکل نہیں روکتے، یہ ایک ضرورت ہے، جس چیز کی جو اہمیت ہے اس کو اس کے درجہ میں رکھنا چاہیے، لیکن دنیوی فنون کو حاصل کرنے کے لیے ان حدیثوں کا استعمال جو محض علمِ الہی کے لیے ہیں، یہ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے۔

توریت کے مطالعہ کی خبر پر نبی پاک ﷺ کا غصہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بار یہ خیال پیدا ہوا کہ ہمیں یہ بھی تو معلوم کرنا چاہیے کہ ہم سے پہلے نبیوں پر کیا احکامات نازل ہوئے تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توریت اور انجیل پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور کچھ اوراق ہاتھ میں لیے آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ ہاتھ میں کیا ہے؟ (جواب دیا کہ:) یا رسول اللہ! میں نے توریت پڑھی ہے، تاکہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا احکامات نازل کیے تھے؟ آپ ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اتنا غصہ آیا کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے، اتنا آپ کو غصہ تھا کہ انصار تلواریں لے کر آگئے کہ آپ کو کس نے ستایا ہے؟ سارا غصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تھا کہ ”عمر! نے توریت کیوں پڑھی ہے؟ جو قرآن میں لے کر آیا ہوں، جو علم سنت اور طریقت و شریعت میں لایا ہوں، کیا عمر کی نجات کے لیے یہ کافی نہیں ہے؟“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”لو كان موسى حياً لما وسعه إلا اتباعي“۔ (مقلوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ج: ۱، ص: ۳۰، قدیمی)..... ”اگر آج موسیٰ زندہ ہو کر آجائیں تو ان

طالب علم سمندر کا پانی پینے والے کی مثل ہے کہ جس قدر پیتا ہے زیادہ پیاس لگتی ہے۔ (حضرت امام غزالی رحمہ اللہ)
کی نجات بھی میرے طریقہ پر ہے۔“ یعنی اگر تم نے اب موسیٰ کا طریقہ اختیار کیا تو کم راہ ہو جاؤ گے۔

بہت خطرے کی بات

آپ غور کریں اور اندازہ کریں کہ ایک اتنا بڑا عالم عمر (رحمہ اللہ) کہ جن کا مقام یہ ہے کہ ”لو کان بعدی نبیاً لکان عمر“ کہ ”میرے بعد اگر نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو عمر نبوت کی استعداد رکھتے ہیں۔“ حضرت عمر رحمہ اللہ سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کو سمجھنے والے تھے، اس درجہ کا صحابی سب کچھ سیکھنے کے بعد تو ریت پڑھ رہا ہے، تو ریت بھی وہ پڑھی جو پہلے نبی کا علم شریعت تھا، اللہ کی طرف سے ایک نبی پر نازل ہوا تھا، اُس پر بھی آپ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں، تو آپ اندازہ کریں کہ جو علم علم تھا، لیکن اب منسوخ ہو گیا، اس کی تحصیل کی خواہش پر حضرت عمر رحمہ اللہ پر آپ کو اتنا غصہ آیا تو جو علم سرے سے علم ہی نہیں دنیوی فن ہے، اگر مسلمان اس زمانہ میں اسے علم الہی سے جا مل ہو کر حاصل کر کے اپنے آپ کو عالم سمجھیں اور علم کی حدیثیں اس پر فٹ کریں تو ایسے لوگوں پر قیامت کے دن آپ ﷺ کو کس قدر غصہ آئے گا اندازہ کر لیا جاوے۔

ہمیں دعوت کے ذریعہ ایمان کی طرح علم کی بھی ضرورت ہے

ہمیں جس طرح دعوت سے ایمان کی ضرورت ہے، اسی طرح دعوت کے ذریعہ سے علم کی بھی ضرورت ہے اور علم کو بھی اخلاص چاہیے جو ہمارے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرے، کیونکہ جس دل میں اللہ کا خوف نہیں ہے وہ عالم نہیں ہو سکتا، اسے اسلام کی معلومات ضرور ہوں گی، لیکن وہ عالم نہیں ہو سکتا۔

عالم وہ ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو

عالم کے لیے تو شرط ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہو، کیونکہ اللہ نے حصر کے ساتھ فرمادیا: ”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ علم تقویٰ کا نام ہے، علم زندگی کے تمام شعبوں میں چومیس گھٹے اللہ کے حکموں کا پابند ہو کر چلنے کا نام ہے۔ فرمایا: علم دو قسم کا ہے: ”العلم علما ن: علم فی القلب فذاک علم النافع و علم اللسان فذاک حجة اللہ لابن آدم“... علم دو قسم کا ہے: زبان کا اور دل کا۔ زبان کا علم وہ ہے جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ جو انسان کے لیے قیامت کے دن مصیبت بنے گا، اس کے خلاف حجت بنے گا اور دل کا علم وہ ہے جو ابن آدم کو نفع دے گا۔ علم کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ کا خوف پیدا ہو، علم کے ذریعہ خشیت پیدا ہو وہ علم الہی ہے، سب سے بڑا عالم وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو، اس لیے ایک صحابی رحمہ اللہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں، فرمایا: ”اتق اللہ تکن أعلم الناس“ کہ ”تقویٰ اختیار کرو، تم سب سے بڑے عالم ہو جاؤ گے۔“ علم اللہ کی صفت ہے، وہ اللہ سے تعلق کے بقدر حاصل کیا جاتا ہے۔

اللہ والا علم علماء کے پاس امانت ہے

اللہ والا علم ہر عالم کے پاس امانت ہے، امانت پہنچانے والا معاوضہ نہیں لیا کرتا، یہ تو اس کے ذمہ ہے، جس طرح ڈاک کیہ ڈاک پہنچاتا ہے، اس کی تنخواہ حکومت کے ذمہ ہوتی ہے، اسی طرح میرے دوستو! عالم کا معاوضہ اللہ کے ذمہ ہے۔

جب اُمت میں دین سیکھنے کے لیے خرچ کرنے کا جذبہ نہ رہے تو اب علماء پر ذمہ داری ہے کہ اُمت کو ہر حال میں دین سکھلایا جائے اور اس کا معاوضہ نہ لیا جائے: ”لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا، لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا“، علم کو پہنچاؤ اُمت کی امانت سمجھ کر۔ لیکن کسی غلط فہمی میں نہ رہیے کہ اگر کسی کو دین پھیلانے، قرآن سکھانے اور علم سکھانے کی تنخواہ ملتی ہے تو یہ اس کے پڑھانے کا ہرگز بدل نہیں ہے، بلکہ یہ اس مشغلہ کا بدل ہے جس مشغلہ کو چھوڑ کر یہ عالم دین کی خدمت میں لگا ہوا ہے اور وہ عالم بھی اس کو دینی خدمت کا بدل کبھی نہ سمجھے۔ علم سکھانے کا کوئی بدل نہیں سوائے جنت کے۔ ظاہر بات ہے یہ ایک انسان ہے، اس کے ساتھ ضروریات لگی ہوئی ہیں، اس کو دنیا میں کوئی مشغلہ بھی کرنا تھا، تجارت بھی کرنی تھی، لیکن اس نے تجارت اور دیگر معاشی کاموں کو چھوڑ کر بچوں کو پڑھانے میں اپنا وقت لگایا تو یہ اُس مشغلہ کا بدل ہے جس کو چھوڑا گیا ہے۔

اگر علم اسباب پر موقوف ہو گیا تو امانت کا بڑا طبقہ جاہل رہے گا

آج کتنا پیسہ شادیوں پر خرچ ہو رہا ہے، لیکن علم کے حصول پر خرچ کے لیے ہم تیار نہیں، تو کیسے جہالت ختم ہوگی؟ اور بغیر جہالت کے ختم ہوئے عبادت قبول ہے نہ اعمال، کچھ نہیں، علم حاصل کرو، تاکہ عبادتیں کامل ہو جائیں۔ عبادت کا کمال علم سے ہے، عبادت پر استقامت یقین سے ہے اور عبادت کی قبولیت اخلاص سے ہے۔

اگر علم اسباب پر موقوف ہو گیا تو امانت کا بڑا طبقہ جاہل رہے گا، کیونکہ وہ بھی جاہل رہیں گے جن کے پاس سیکھنے کے اسباب نہیں اور وہ بھی نہیں سکھائیں گے جن کو معاوضہ نہ ملے، اجرت تو اس وقت کی ہے جو وقت تعلیم کے لیے فارغ کیا گیا ہے۔

علماء کی ذمہ داری

علماء کی ذمہ داری بھی بتلادی، علماء کیا کہتے ہیں کہ: ”جی جاہل تو سیکھتے ہی نہیں، آتے ہی نہیں ہمارے پاس کہ ہم سکھلاویں!“، نہیں میرے دوستو! حضور ﷺ نے فرمایا کہ: علماء جاہلوں کو دین سکھلاویں، علماء جاہلوں کی تربیت کریں اور اُن کو دین پر آمادہ کریں اور علماء عوام کو دین کی تعلیم دیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تو یہ بہت بڑی بات تھی، چونکہ جس بات کو محمد ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمادیا

اگر مال حرام سے پرہیز نہ کرے گا تو دن رات عبادت کرنے سے بھی فائدہ نہ پائے گا۔ (حضرت امام غزالی رحمہ اللہ)

ہے اس کا جو اثر اس وقت تھا، قیامت تک کے لیے اس کا وہی اثر ہے، یہ بات نہیں ہے کہ وہ سیکھنے آئیں تو سکھلا دیں گے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ ہم سے سیکھتے ہی نہیں، ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اپنی بات کو دہرایا، مطلب یہ تھا کہ اگر وہ سیکھنے نہیں آتے تو میرے تمہارے ذمہ ہے کہ ان کو جا کر سکھلاویں۔

تبلیغ اور تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہے

اس لیے تبلیغ اور تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہے، آنے والوں کو سکھانا بھی شعبہ ہے اور جا کر سکھانا بھی شعبہ ہے، آپ ﷺ نے تو ایک آیت کی تبلیغ کا بھی حکم دیا ہے۔ جا کر تعلیم دو، یہ تبلیغ ہے۔ آنے والوں کو تعلیم دو، یہ تعلیم ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں کاموں میں برابر لگے رہتے تھے۔

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث کیوں ہیں؟

یاد رکھنا کہ علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارث اُس طریقہ تعلیم کے ساتھ قرار دیا گیا ہے جو طریقہ تعلیم حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا کہ وہ تعلیم نقل و حرکت کے ساتھ ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ علماء اپنے کام چھوڑ کر نکلیں، امامت، خطابت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور شعبہ افتاء چھوڑ کر نکلیں، نہیں! ہم یہ نہیں کہتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرما رہے ہیں، اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ سب یک بارگی نہ نکلیں: ”مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً“ کہ ایمان والوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ سب یک بارگی نکل جاویں: ”فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ“ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ایمان والوں کی جماعت کا ایک حصہ اللہ کے راستہ میں نکلے۔ کیوں نکلیں؟ دیکھو عجیب بات ہے، اس آیت میں فرمایا ہے: ”لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ“ دین کے اندر کمال اور سمجھ پیدا کرنے کے لیے نکلیں، لازم ہے کہ واپس آ کر مقام پر علم کو پھیلاویں۔ آپ ﷺ نے ”علماء صحابہ رضی اللہ عنہم“ کو حرکت پر رکھا تھا، تاکہ امت میں کہیں بھی جہالت پیدا نہ ہو، اور علم صرف طلب والوں کے اندر محدود نہ ہو جاوے کہ یہ پڑھنے کے لیے آئے ہیں، پڑھ لیویں، آپ ﷺ نے اپنے علم کی مثال بادل سے دی ہے اور بادل میں حرکت ہے۔ آپ علماء کرام تو ہلکی بات کرنے لگے ہیں کہ بھی ہم تو کنواں ہیں، پیسا کنویں کے پاس آتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جایا کرتا، نہیں! ہرگز نہیں، ایسی بات نہیں ہے، علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا ہے اور انبیاء علیہم السلام نے نقل و حرکت کے ذریعے علم کو پھیلا یا ہے۔ اور علم کی مثال بادل سے دی ہے، جو زمین کسی قابل نہیں، جس زمین میں اگانے کی صلاحیت نہیں اس پر بھی بادل برستا ہے، اپنے علم کو لے کر حرکت میں آؤ کہ امت کو علم پہنچانا ہے اور دعوت سے اپنے علم کے اندر رسوخ پیدا کرنا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک علماء کا مرتبہ

ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ نے مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا کہ: ”مفتی صاحب! ایک جماعت ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ اُس جماعت کو لے کر آپ جائیں، کیوں کہ اُس میں بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے اہل کمال آئے ہیں۔“

آج ہمارا حال یہ ہے کہ انگریزی دان دیکھ کر جماعت کو اُن کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ خط بھی آتا ہے کہ یہ پروفیسر صاحب ہیں، انگریزی جانتے ہیں، یہ جماعت چلائیں گے۔ معیار گھٹتے گھٹتے اعداء دین کی زبان پر آ گیا۔ کہاں معیار تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کا کہ حضور ﷺ نے امیر طے کرنے کے لیے مشورہ نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ بلا تفریق ہر ایک کے پاس الگ الگ بیٹھے اور ہر ایک سے الگ الگ قرآن سنا، جس کا قرآن سب سے اچھا تھا فرمایا کہ: ”تم ہی ان سب کے امیر ہو، اس لیے کہ امام ہی امیر ہوتا ہے“ فرمایا: ”تمہاری امامت وہ کرے جو زیادہ علم رکھنے والا ہو، شریعت کو جو زیادہ جاننے والا ہو“ یہ نہیں کہا کہ تم میں تجربہ زیادہ کس کا ہے؟ تم میں سے انگریزی کس کو زیادہ اچھی آتی ہے؟

سنت طریقہ یہ تھا کہ تم میں سے اچھا قرآن کون پڑھ سکتا ہے؟ پہلے اس بات کا اہتمام ہوتا تھا اور ایسے ساتھی جماعت کے ساتھ لگائے جاتے تھے جو اُن کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔

تو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ نے مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا کہ: ”میرا دل چاہتا ہے کہ تم جماعت لے کر جاؤ!“ پھر فرمایا کہ ”تین دن بعد جماعت آئے گی“ جواباً مفتی صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ: ”تین دن کے لیے خانقاہ رائے پور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے پاس جانا چاہتا ہوں“، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ضرور جاؤ!“ علماء اور مشائخ کی خدمت میں دُعا اور استفادہ کی غرض سے حضرت رحمہ اللہ ساتھیوں کو بھیجا کرتے تھے، لیکن فرمایا کہ: ”دیکھو! تھیک تین دن کے بعد آ جانا“، مفتی صاحب رحمہ اللہ چلے گئے، تین کے بجائے پانچ دن گزر گئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ: ”مفتی زین العابدین صاحب تین دن کے لیے رائے پور گئے تھے، پانچ دن گزر گئے، اب تک نہیں آئے، ادھر جماعت اُن کا انتظار کر رہی ہے۔“ حضرت شیخ رحمہ اللہ سہارن پور سے رائے پور تشریف لے گئے اور جاتے ہی مفتی صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: ”تین دن کے بعد اب یہاں کیا کر رہے ہو؟“، مفتی صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ: ”حضرت! مجھے تو نظام الدین ہی جانا ہے، لیکن مجھے یہاں کے قیام میں کچھ ایسی کیفیت اور ذکر کے ایسے انوار حاصل ہو رہے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ ایسی کیفیت اور ایسا موقع پھر حاصل ہونہ ہو، اس لیے میں نے یہاں کا وقت بڑھالیا، مجھے یہاں کی خلوت میں جو کیفیت حاصل ہو رہی ہے اُس کیفیت نے یہاں روک رکھا“، بہر حال پھر تشریف لے گئے۔

دعوت کی محنت کا مقصد اُمت سے جہالت کو ختم کرنا ہے علم کی دعوت کے ذریعے جہالتیں ختم ہوں گی اور اُمت علماء سے جڑے گی۔ اس محنت کا مقصد جہالت کو ختم کرنا ہے، یہ محنت تو اُمت میں علم کے حصول کی طلب پیدا کرتی ہے، جب یہ محنت ہوگی تو یہ احساس ہوگا کہ ہمیں علماء کی ضرورت ہے، علماء کی صحبت و مجالست اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور یہی اس دعوت کا مقصود و مطلوب ہے۔

تمام دنیوی شعبوں میں دین کیسے زندہ ہوگا؟

میرا تو بہت جی چاہتا ہے کہ علماء آدھے دن دینی کاموں میں لگیں اور آدھے دن تجارت بھی کریں، حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ دینی کاموں کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ ساری دنیا ہوگی جاہلوں کے ہاتھ میں اور ہم یہ سمجھیں گے کہ ہمارا کام صرف پڑھانا ہے، آج ہم نے سارا بازار اور ساری تجارت جاہلوں کے حوالہ کر دی ہے، جب تک ہم تجارتوں، زراعتوں، حکومتوں کو اور دنیا جہان کے تمام سرمایہ داری کے نقشوں کو یہ سمجھ کر چھوڑے رکھیں گے کہ یہ ہمارے کرنے کے کام نہیں ہیں، تو خدا کی قسم! اس میں کبھی دین نہیں آسکتا، کیسا مزا آوے کہ ایک عالم آدھے دن پڑھاتا ہو اور آدھے دن خود عملی طور پر بازار جا کر دیکھے کہ جو علم میں پڑھا رہا ہوں اس کے مطابق تجارت ہو رہی ہے یا نہیں؟ یہ کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ ایک آدمی تجارت کا علم حاصل کرے اور اس کے محلہ کا بازار علم کے مطابق نہ ہو، اگر ایسا نہ کیا گیا تو جو حرام راستہ کی کمائیاں ہیں وہ سب علم و عمل کو لے ڈوبیں گی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ: ”ہم تجارت چھڑوانا نہیں چاہتے بلکہ تجارت کو حکم پر لانا چاہتے ہیں، ورنہ وہ ہوگا جو قوم شعیب کے ساتھ ہوا۔“ حکم پر لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ عملی طور پر ان شعبوں کا علم لے کر ان میں داخل ہوں۔

دین کے کسی شعبہ کا انکار محمد ﷺ کے لائے ہوئے احکامات کا انکار ہے اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے، دین کے کسی شعبے کا انکار یا اس کا استخفاف یا اس کی افادیت سے انکار کہ مثلاً: مدارس سے کیا ہوگا؟ یہ بھی ایک مرض اور بیماری پیدا ہوگئی ہے لوگوں میں، میرے دوستو! عزیزو! غور سے سن لو! جو اس کام میں رہتے ہوئے دین کے کسی شعبے کا انکار کرے خدا قسم! وہ محمد ﷺ کے لائے ہوئے دو کاموں میں سے ایک کا انکار کر رہا ہے، پکی بات ہے، بالکل سچی بات ہے، کیونکہ اس کام کو کسی خیر کے کام کے معارض سمجھنا یہ محمد ﷺ کے لائے کاموں میں سے ایک کام کو دوسرے کے معارض سمجھنا ہے۔ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صفت ”صفت جامعیت“ ہے، یہ جامعیت اپنے اندر پیدا کرو، کیونکہ اس محنت سے پورا دین وجود میں آنا ہے، اس لیے حرام ہے ہمارے لیے یہ سوچنا کہ ”اس شعبے سے

مصیبت کی شکایت سے پرہیز کرو، کیونکہ اس سے خدا ناراض اور دشمن خوش ہوتا ہے۔ (حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ)

کیا ہوگا؟ اُس شعبہ سے کیا ہوگا؟“ جتنے دین کے شعبے ہیں یہ دعوت کی آمدنی ہے، لوگ اپنی آمدنی کو سنبھال کر رکھتے ہیں کہ دعوت کی محنت سے لوگوں میں علم کی طلب پیدا ہو، مساجد قائم ہوں، مدارس قائم ہوں، تربیت گاہیں قائم ہوں، دین کے شعبے وجود میں آنے ہیں دعوت کے کام سے، یہ تو ہونہیں سکتا کہ دعوت کے کام ہوں اور دین کے شعبے مقصود نہ ہوں، یہ ایسا ہے کہ کوئی آدمی تجارت کرے اور کہے کہ مجھے آمدنی مقصود نہیں ہے یا آمدنی کو ضائع کر دے، وہ کیسا بے وقوف آدمی ہوگا؟ لوگوں کو اپنی آمدنیوں سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ وہ اس کو خون پسینہ کہتے ہیں کہ یہ میرا خون پسینہ ہے۔

دعوت سے دین کے سارے شعبے زندہ ہونے ہیں اور یہ میری بات یاد رکھنا کہ یہ شعبے اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک دعوت کی نقل و حرکت قائم رہے گی۔ آپ ذرا پچھلا زمانہ اٹھا کر دیکھیں ساری تاریخ اس کی گواہ ہے، حضور ﷺ نے ہر صحابی کو معلم بنایا تھا: ”بلغوا عنی ولو آیة“ جب علم، نقل و حرکت سے الگ ہو جاوے گا تو عام اُمت میں جہالت پھیل جاوے گی اور علم اُمت کے ایک محدود طبقہ کی چیز بن کر رہ جاوے گا، اگر علم کے بغیر نقل و حرکت ہے تو جاہلانہ نقل و حرکت ہوگی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: میرا دل یہ چاہتا ہے کہ جتنی جماعتیں نکلیں ان میں ایک عالم ہو اور ایک قاری ہو، تاکہ نکلنے والے قرآن سیکھ کر آویں۔

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات